اصلاحِ معاشرہ اور اسلامی معاشرے کا قیام: اسوۂ رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں

Reforming Society and Establishing of Islamic Society: In the light of the life of Prophet Mohammad ﷺ

Zafar Ahmed
Lecturer, Department of Business Administration, Faculty of Business Management and Social Sciences, SSUET Karachi / Research Scholar, Department of Islamic Studies, Faculty of Social Sciences & Humanities, Hamdard University Karachi:
zahmed.edu@gmail.com

Dr. Muhammad Atif Aftab
HoD, Department of Islamic Studies, Faculty of Social Sciences & Humanities, Hamdard University Karachi:
atifaftab@hamdard.edu.pk

Asim Shehzad
Research Scholar, Department of Islamic Studies, Faculty of Social Sciences & Humanities, Hamdard University Karachi:
asimshehzad787@gmail.com

Abstract:

Making reforms in any society is a tedious task especially, in the case where reforms result in the transformation of whole society. In Pakistan, serious issue of morals and values prevails in the society. The dilemma of decline of any society or nation is that, once the process of decline in norms and values start, it took them deeper and deeper with the passage of time. The nation as a whole and our societies as a part are now in a deep pit of moral and ethical failure. Numerous efforts were observed in the past for the societal reforms but the nation is continuously in the process of declining. Being an ideological state, our society is demanding a complete overhaul for transformation and demands a winning strategy. As Muslims, we need to take guidance from the life of Mohammad ﷺ whose teachings are time tested and serve as the best model for all ages. In this paper emphasis is given to unfold the effort of Mohammad ﷺ that resulted in the reforming and complete transformation of Arab society. It is observed that we mostly prefer to talk about the good morals, values and ethical

teachings of holy prophet Mohammad ﷺ but rarely put our focus on the actions taken by him for this sacred mission. Moreover, few distinct characteristics of Islamic society are also presented to highlight the efforts required to instill them in society. Prophet Mohammad peace be upon him is the embodiment of how the mission of reformation in the society is done. Similarly, few insights from the scholars from Indian subcontinent are also presented to make this research more applied in Pakistan. The study will help both the individuals and the government officials in devising the strategy for reforming society and ultimately help in establishing of Islamic society in Pakistan. At few places history of Indian sub-continent is compared with the situation on Arabs to make the study more applied and relevant. In conclusion, some steps for the initiation of process of transformation are discussed briefly, as every Muslim is responsible for bringing positive change in the society. This may help individuals to take active part in the process of reformation of society especially in the establishment of Islamic society.

Keywords: *Islamic Society, Characteristics, Good Morals, Muslims*

ابتدائیہ

ہر چند کہ اس موضوع پر گراں قدر تحقیق کی جاچکی اور بہت کچھ لکھا جاچکا لیکن مقصد کی تکمیل تک یعنی اصلاحِ معاشرہ اور اسلامی معاشرے کے عملاً قیام تک اس تحقیق اور تحریر کے عملے کو جاری و ساری رہنا چاہیے۔ دینِ اسلام ایک آفاقی و عالمگیر دین ہے جس کا داءرہ کار زندگی کا ہر شعبہ اور قیامت تک کے آنے والے زمانے اور افراد پر محیط ہے۔ لہٰذہ کسی بھی معاشرہ کو کسی بھی زمانے میں اسلامی معاشرے میں تبدیل کرنے کے لیے امکان موجود ہے لیکن اس کے لیے اصلاح کے ایک باقاعدہ عمل سے گزارنا لابدیہی امر ہے۔ اسلام نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوہ کو رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے دستور کی حیثیت عطا کی ہے جس کی روشنی میں وہ اپنے لیے لائحہ عمل طے کر کے کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔ اس بات کا ثبوت ہمیں قرآن کریم کی اس آیتِ مبارکہ سے بھی ملتا ہے:

لقد كان لكم فی رسول الله اسوةحسنة

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔[1]

زیرِ نظر مقالہ میں آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے اصلاحِ معاشرہ کے باقاعدہ عمل کا جاءزہ لینے کی سعی کی گئی ہے تاکہ مسلمانانِ عالم کے لیے فقط اسلامی معاشرہ کے قیام کی خواہش کے ساتھ ساتھ اس کے اطلاق کا راستہ بھی متعین کیا جاسکے جو فی زمانہ مسلمانوں کی سب سے بڑی ذمہ داری اور ضرورت کی تکمیل میں ممد و معاون ہو۔

انسان کو اللہ رب العزت نے اشرف المخلوق ہونے کا شرف بخشا ہے اور اس کا تعارف اپنی بہترین تخلیق کے طور پر کیا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

بیشک یقیناہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا۔[2]

آدم علیہ السلام کو فرشتوں جیسی معصوم مخلوق سے جو اللہ تعالی کی کبھی نافرمانی نہیں کرتے، سے سجدہ کروا کر انسان کی عظمت کا اعلان کیا پھر اس کو اپنا خلیفہ بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ نیز معارفت الٰہی اور رضائے الٰہی کو اس کا مقصودِ زندگی قرار دیا اور اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل کے لیے نبی مکرم جناب محمد ﷺ کو دنیا میں مبعوث کیا۔ انہیں وجہ وجودِ کائنات قرار دیا اور اس بات کو ساری مخلوق پر عیاں کیا کہ انسان تمام نفسانی خواہشات اور شیطانی وساوس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ زندگی گزار کر کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ کو علم و حکمت سے لبریز عظیم المرتبت معجزہ یعنی قرآنِ کریم سے نوازا جس کے مقابل سارا عرب ایک آیت پیش کرنے سے عاجز ہوا اور یہی نسخہ علم و حکمت کا منبع اور ساری دنیا میں کامیابی اور نجات کا دستور قرار پایا۔ قرآنِ کریم وحی الٰہی کا مجموعہ ہے جس کا دائرہ کار اس مقام سے شروع ہوتا ہے جہاں سے عقلِ انسانی کا دائرہ کار ختم ہوتا ہے۔ یہی وہ مقدس

---

[1] القرآن (33:21)

[2] القرآن (95:4)

راہنمائی کا مرجع و مصدر رہے جس نے جہالت میں ڈوبی قوم کو جس پر کوئی مہذب قوم حکومت کرنے کو تیار نہیں ہوتی تھی، اسے ساری دنیا کا امام بنا دیا۔

اس تمہید سے یہ بات باور کرانا مقصود ہے کہ اسلامی تاریخ کے اس دور کی شان و شوکت اور عظمت کے جس کے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ تمام اغیار بشمول دشمنانِ اسلام بھی معترف ہیں وہ قابلِ بھروسہ آزمائے ہوئے ہیں۔ اصلاحِ معاشرہ اور اسلامی معاشرے کے قیام میں جہد نبوی ﷺ، نہجِ نبوی ﷺ اور قرآنِ کریم کی حکمت و دانائی سے بھرپور تعلیمات کے امتزاج سے راہنمائی لی جائے اور مکمل اعتماد کے ساتھ اس باقاعدہ عمل کو سرانجام دیا جائے۔ دنیا میں کسی بھی جگہ مسلمان کا آباد ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ بحیثیت خلیفۃ اللہ فی الارض معاشرے کے دیگر لوگوں کو اسلامی معاشرے سے متعارف کرائے اور اسلامی معاشرے کی اقدار پر عمل پیرا ہو کر دکھائے۔ یہ صرف اس کی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ اس کی ضرورت بھی ہے۔ کیوں کہ اسلامی معاشرہ ہی انسانوں کی بہترین دنیاوی زندگی کا ضامن ہے۔ اس کی مثال آقا دو جہاں ﷺ کی حیاتِ مبارکہ سے لی جاسکتی ہے جب آپ ﷺ کو اہلِ عرب کی طرف مبعوث کیا گیا تب آپ ﷺ نے تنِ تنہا اس خطے کا نقشہ ہی بدل دیا۔ بالخصوص ان کی معاشرت کو یکسر تبدیل کر دیا۔ اس اسوہ کی پیروی میں بعد ازاں جہاں جہاں مسلمانوں کو فتوحات ملیں یا مسلمان دنیا بھر میں جہاں جا کر مقیم ہوئے، ان کی طرزِ معیشت، معاشرت اور حسنِ اخلاق نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا۔ جس کے نتیجہ میں ملک کے ملک داءرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ تاریخِ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ اقلیتی مفتوحین اکثریتی محکومین پر تادیر حکومت کرنے میں ہمیشہ ناکام ہوئے۔ لیکن اسلام کو یہ ملکہ حاصل ہے کہ اس کے زیرِ اثر قاءم کردہ معاشروں میں وہ کشش اور دلکشی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کے تین براعظموں پر بشمول براصغیر پاک و ہند میں صدیوں تک اسلام کا غلبہ رہا۔

اصلاحِ معاشرہ کے باقاعدہ عمل کی بنیادی شرائط

احساسِ زیاں کا ادراک

آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے تناظر میں اس باقاعدہ عمل کا تجزیہ کیا جائے تو اس کا پہلا محرک فکر مندی اور احساسِ زیاں کا ادراک کرنا ہے۔ مرض کی تشخیص کسی بھی مرض کے علاج کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا غارِ حرا میں جانا اور وہاں معاشرے کی زبوں حالی پر زاری کرنا اور اس کی اصلاح کے لیے بے چین اور فکر مند ہونا، اس باقاعدہ عمل کا اعلانِ نبوت سے قبل پہلا زینہ قرار پایا۔

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین

(اے رسول مکرم!) شاید آپ اس غم میں جان دے دیں گے کہ وہ ایمان لانے والے نہیں۔[3]

گو کہ اس معاشرہ میں بعد میں بننے والی پوری اصحاب کرام کی جماعت موجود تھی لیکن اصلاحِ معاشرہ کے لیے درکار فکر مندی اور اضطراب عنقا تھا۔ معاشرتی زوال کے نتیجہ میں قوموں کو بالعموم نجات کا راستہ نہیں سمجھ آتا لیکن اصلاح معاشرہ کے اس کام کے لیے کوئی نہ کوئی کمربستہ ہو جاتا ہے یا اللہ رب العزت کسی فرد کو منتخب کر لیتا ہے۔

عوام الناس میں بیداری اور احساسِ زیاں کا پیدا کرنا

دوسرا مرحلہ لوگوں میں سرائیت کرنا اور ان میں احساسِ زیاں اور بیداری کا پیدا کرنا ہوتا ہے۔ نزولِ قرآن کی ابتدائی آیات میں اس طرف متوجہ کیا گیا۔ معاشرتی اصلاح اور اسلامی معاشرہ کے قیام کے اس باقاعدہ عمل کے لیے خود کو علوم الٰہیہ سے آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اقرا باسم ربک الذی خلق

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔[4]

---

[3] القرآن (26:3)

[4] القرآن (96:1)

نیز اس بات کو ذہن نشین کرایا گیا کہ سب سے بڑی معاشرتی گراوٹ توحید سے روگردانی اور کفر و شرک میں مبتلا ہونا ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اصلاحِ معاشرہ اور اسلامی معاشرے کا قیام بدون وحی الٰہی پر عمل پیرا ہوئے ممکن نہیں۔ سرورِ کونین سردارِ دوعالم ﷺ نے باوجود محبوبِ خدا ہونے کے اسی طریقہ کو اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ نے تمام زمانوں میں انبیاء علیہ السلام کے لیے مقرر کیا تھا۔ گو کہ یہ طے کردہ راستہ نہایت کٹھن، پر مشقت اور صبر ازما ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی سنتوں کو تبدیل نہ کرنے کا دوٹوک اعلان کر دیا جس کے تحت تمام افراد کو اس راستہ کو اختیار کرنا لازم ہے چاہے وہ محبوبِ خدا ہی کیوں نہ ہوں۔

اولوالعزمی اور استقلال

آپ ﷺ نے صرف جسمانی اذیتوں کو برداشت نہیں کیا بلکہ اس راہ میں لوگوں کے طعن و تشنیع اور تلوار سے زیادہ تیز زخموں کو جو اپنوں اور غیروں دونوں کی زبانی لگے، انہیں بھی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ ایک دہائی سے زیادہ عرصہ پر محیط اس صبر آزما دور کو برداشت کرنے کا ثمر اہلِ عرب کا بالعموم اور مشرکینِ مکہ میں بالخصوص بیداری کا باعث بنا۔ ساتھ ہی اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت آپ ﷺ کے اس مبارک مقصد میں شامل ہوئے اور ان کے جانثار ساتھی بھی بنے۔ آپ ﷺ کی مکی زندگی صبر، برداشت، اولوالعزمی، ایثار اور ہمدردی کی اعلیٰ مثال تھی۔ معاشرتی تبدیلی کی اس آواز پر جہاں لبیک کہنے والے پیدا ہوئے وہیں اس عمل کی مخالفت میں بھی سارے قبائل مزاحم بن گئے۔ آپ ﷺ کو اپنے سگے رشتہ داروں کا ناروا سلوک، ان کی کھلم کھلا مخالفت، مقصد کے حامی لوگوں کو اذیت زندگی سے دوچار کرنا، انہیں ہجرت پر مجبور کرنا، ہجرت کرنے والوں کے قلع قمع کی سازشیں کرنا، ان کا سماجی و معاشی مقاطعہ کرنا، قید و بند کی صعوبتوں کا دینا، حتیٰ کہ ان کو جان سے مارنے سے بھی گریز نہ کرنا۔ الغرض ہر وہ حربہ جس سے معاشرہ اس عظیم تبدیلی کی جانب گامزن سفر کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا ہو، اسے آزمایا گیا۔ لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تمام مراعات اور لالچ کی پیشکش ٹھکرا دیں اور اصلاح معاشرہ کے اس عمل میں ثابت قدمی سے لگے رہنے کے مسمم ارادے کا اظہار کیا۔

خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں اور چاہیں کہ میں تبلیغ رسالت چھوڑ دوں تو میں اسے نہیں چھوڑونگا یہاں تک کہ خدا اسے کامیابی سے ہمکنار کرے یا اس میں میری جان ہی چلی جائے۔ [5]

معروفات کا حکم کرنا

معاشرہ چونکہ افراد کے مجموعہ سے تشکیل پاتا ہے لہٰذہ ضروری ہے کہ معاشرہ کے ہر فرد پر محنت کی جائے اور انہیں معاشرتی اقدار متعارف کرائی جائیں، ساتھ ہی انہیں اس پر عمل کرنے کے لیے تیار کیا جائے۔ آپ ﷺ نے ایک طرف افراد کی تربیت کا مکمل اہتمام کیا، انہیں قرآن پاک کے علوم و حکمت سے آگاہی دی تو دوسری طرف انہی تعلیمات کو معاشرے میں راءج کرنے کی غرض سے قانونی شکل دی اور اس کے معاشرے میں اطلاق کے لیے قانون کی بالادستی کو اسلامی معاشرے کا جزِلازم قرار دیا۔ آپ ﷺ کے قائم کردہ معاشرے میں ہر فرد ذمہ داری سے معاشرتی اقدار پر عمل پیرا تھا بلکہ وہ ان کے معاشرے میں احیاء کا خود کو ذمہ دار بھی گردانتا تھا۔ معاشرے کے تمام افراد امر بالمعروف نہی عن المنکر کے پیکر تھے۔ اس معاشرہ میں کسی نیک عمل کی طرف متوجہ کرنا اور کسی برائی سے عار دلانا اور اسے اللہ کا اور آخرت کا خوف دلانا سرائیت کر چکا تھا اور سب کے لیے یہ معمول کی بات تھی۔ لیکن معاشرتی انحطاط کے دور میں یہ سارے کام نہایت مشقت طلب اور بارِ گراں بن جاتے ہیں اور اولوالعزمی کا تقاضہ کرتے ہیں جس کو اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں کچھ یوں فرمایا:

یبنی اقم الصلوۃ وامر بالمعروف و انہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک ط ان ذالک من عزم الامور

بیٹا! نماز قائم کرو، اور لوگوں کو نیکی کی تلقین کرو، اور برائی سے روکو، اور تمہیں جو تکلیف پیش آئے، اس پر صبر کرو۔ بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے [6]۔

---

[5] سیرت ابن ہشام ج ا ص 266

منکرات سے روکنا

اسلام میں نہی عن المنکر دین یا منکرات سے روکنے کا باقاعدہ حکم ہے اور اسے امت محمدیہ ﷺ کا تمغہ امتیاز بتایا گیاہے۔ اس کام کی انجام دہی نہایت نازک اور سمجھ بوجھ کا متقاضی ہے۔ اس میں ذراسی غفلت اور لاپرواہی مثبت کے بجائے منفی نتائج پر منتج ہو جاتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کی پردہ داری اور ایذا رسانی سے محفوظ رہنے کا حتی الوسع اہتمام کرنالازم ہے ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق نہ ہو جائے۔ نیز اصلاحِ احوال کے لیے مبلغین کو ذاتی اصلاح کا بھی التزام ضروری ہے تاکہ تبلیغ مؤثر ہو آخرت میں پکڑ کا باعث بھی نہ بنے۔

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم و انتم تتلون الکتٰب ط افلا تعقلون

یالوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔[7]

جس امت کی بعثت امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر ہے وہ اپنے فرض منصبی سے جب غافل ہوئی تو اسلامی معاشرہ تنزلی کا شکار ہو گیا۔ اس معاشرتی گراوٹ کا نتیجہ گناہ کو صغائر اور کبائر کے پیرائے میں دیکھنا بن گیا حتی کہ صغیرہ گناہ کو اختیار کرنا معیوب نہ رہا اور کبائر کے تمام دروازے وا ہو گئے۔ معاشرہ سے اخلاقی اقدار کا خاتمہ ہوا اور افراد میں سے جرات اور حق گوئی کا وصف نکل گیا اور اچھی باتوں کی طرف متوجہ کرنا اور بری باتوں سے روکنا معاشرے میں معیوب سمجھا جانے لگا۔ ہم یہاں تک جری ہو گئے کہ گناہوں کے جواز پر مباحث عام ہو گئیں جس کے نتیجہ میں ذلت ہمارا مقدر ٹھہری اور ہم اقوامِ عالم میں غیر مہذب، شدت پسند اور دہشت گرد قوم کے طور پر متعارف ہو گئے۔

نبیوں کی محنت کا منہج

---

[6] القرآن(31:17)

[7] القرآن(2:44)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اصلاح وہدایت کے لیے ہر زمانے اور ہر علاقے میں وقتاً فوقتاً نبیوں کو مبعوث فرمایا۔ سارے نبی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات والی زندگی پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے اور ان کو شرعی احکامات سے روشناس کرتے جن پر عمل پیرا ہو کر وہ راہِ ہدایت پر مستقیم رہتے اور گمراہی کے راستوں سے بچتے۔

ھو الذی بعث فی الامین رسولا منھم یتلوا علیھم ایٰتہٖ و یزکیھم و یعلھم الکتٰب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین

وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔[8]

لیکن ان شرعی احکامات کے نفاذ اور پیروی سے قبل ان کے دلوں کو اس کی تعمیل پر مائل کرنا اور ان میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا خوف پیدا کرنا ایک علیحدہ محنت کا متقاضی ہے۔ آقائے پرنور ﷺ نے اپنے ابتدائی مکی دور میں اسی محنت کو انجام دیا اور سخت دل، جہالت کی تاریکیوں میں پڑے لوگوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے چراغ سے منور کیا اور ان میں سے کفر و شرک کے گھٹاٹوپ اندھیروں کو دور کیا۔ نیز شرعی احکامات کا تدریجاً نزول اس بات کا غماز ہے کہ زمین کو فصل کی پیداوار کے لئے تیار کرنا بنیادی عمل ہے پھر بیجائی اور کھیتی کے مراحل آتے ہیں۔ لہٰذہ ضروری ہے کہ اولاً اس محنت کو اختیار کیا جائے جس سے دل کی زمین اعمال کے قبول کرنے کے قابل بنتی ہے۔

جہدِ نبوی کو جب نہجِ نبوی پر کیا جائے گا تب ہی وہ نتائج حاصل ہوں گے جو نبیوں کی محنت پر حاصل ہوئے۔ اس کے علاوہ جس نہج پر بھی محنت کر لی جائے اس سے جو بھی دین کی شکلیں قائم ہوں گی وہ یقیناً انہیں دین نہیں کہا جائے گا کیونکہ ہر نتیجہ اپنی محنت کی نہج پر منتج ہوتا ہے۔ ذیل میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نہج کو مختصراً ذکر کیا جاتا ہے جس کی طرف عموماً عدم توجہی رہتی ہے۔

---

[8] القرآن (62:2)

الف-دعوت الی اللہ

دعوت الی اللہ تمام نبیوں کی محنت کا بنیادی عمل ہے۔ اصلاح کا عمل اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت بغیر دعوت کے ممکن نہیں۔ سارے نبیوں کو دنیا میں بھیجا ہی اللہ تعالیٰ کے تعارف اور انسان کے اللہ تعالیٰ سے عالم ارواح میں کئے گئے اقرار کی یاد دہانی کرانے کے لئے کیا گیا ہے۔ سارے نبیوں نے دنیا کی ہر قسم کی قوت کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طاقت اور ربوبیت کا پرچار کیا اور معجزات کے ذریعہ ان کو عقلی دلائل پیش کئے تاکہ وہ اس عظیم قوت کا ادراک کرلیں۔

ب-تعلیم و تعلم

اس تعارف کے ساتھ ہی دین اور شریعت کے سیکھنے سکھانے کا التزام بھی کیا گیا۔ عقائد کی پختگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مختلف قوموں کے واقعات کے ذریعہ اپنی قوت وطاقت کا احساس دلایا اور مغیبات بشمول یوم حشر، جنت، دوزخ، فرشتوں کے احوال وغیرہ کی تعلیم دی۔ نیز اس تعلیم و تعلم کے سلسلہ کو مکہ میں دار ارقم اور مدینہ میں اصحابِ صفہ کے چبوترے سے جاری وساری کیا۔ علوم کے ذریعہ جہالت کو ختم کیا گیا اور اعمال کے فضائل کی تعلیم دے کر شریعت پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ پیدا کیا۔

ج-ذکر وعبادت

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو منور کیا گیا اور ان کے زنگ کو دور کرنے کی محنت پر ابھارا گیا۔ دعا کو عین عبادت قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ رازونیاز کے ذریعہ کے طور پر متعارف کرایا اور صبر کو دین اسلام میں ایک خاص درجہ دیا گیا۔ نیز عبادات کے ذریعہ قربِ الٰہی کی ترغیب دی گئی اور اس کا تدریجاً ایک باقاعدہ نظم قائم کیا گیا۔

د-خدمت خلق

مسلمانوں کو اس بات کی خاص ترغیب دی گئی کہ جسمانی و مالی عبادات کے ساتھ ساتھ انہیں اعلیٰ کردار کی متوازن شخصیت کو پروان چڑھانا ہے۔ ساری مخلوق کو بطور عیال اللہ متعارف کرایا اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والے کو بہترین مسلمان قرار دیا۔ خدمتِ خلق کے ذریعہ جنت کے اعلیٰ درجات کی تحصیل کے وعدے کیے اور مسلمانوں کو بہترین اخلاق کا نمونہ بننے کا درس دیا گیا۔ نیز حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ اور اخلاق کے اعلیٰ معیار پر فائز کیا۔

مندرجہ بالا نہج پر محنت سے جو نتائج حاصل ہوتے ہیں ان میں مخلوق سے بیزاری اور خالق سے تعلق کا استوار ہونا، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شعور بیدار ہونا، اور مال کے بجائے اعمال کے ذریعہ اپنے مسائل کو حل کرنے کی استعداد کا پیدا کرنا شامل ہوتا ہے۔ یہی دینی تعلیمات اور شریعت پر عمل پیرا ہونے کا ضامن بنتی ہے جس میں عمل کی قبولیت کی تمام شرائط احسن طریقے سے پوری ہوتی ہیں جن میں نیت کی درستگی، یقین کی درستگی، طریقے کی درستگی وغیرہ شامل ہیں۔

اسلامی معاشرے کی چند امتیازی خصوصیات

حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زندگی پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلامی معاشرہ میں چند چیدہ خصائص پائے جاتے ہی جن کی بنا پر جدید مہذب معاشروں اور اسلامی معاشرے میں تفریق کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ذیل میں ان خصائص کا مختصر تذکرہ کیا جارہا ہے تاکہ ان کی روشنی میں اسلامی معاشرے کے قیام کے عمل کو سرانجام دینے کا لائحہ عمل طے کیا جاسکے۔

1-توحید و رسالت

جیسا کہ پہلے تذکرہ کیا جاچکا کہ اسلامی معاشرہ کی بنیاد توحید پر ہے اور اسی کی بنیاد پر تمام افراد بالخصوص مسلمان، اپنے اعمال اور افعال کا تعین کرتے ہیں اور اسی وحدہ لاشریک لہٗ ذات کی رضامندی کا حصول معاشرہ کے ہر فرد کی زندگی کا مقصودِ اصلی ہے۔ اسلام میں داخلہ کے لیے لازمی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کے رسول اور خاتم

النبیین ہونے کی شہادت دے بصورت دیگر اس کے ایمان یا مسلمان ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔اس عظیم مقصد کا حصول اللہ رب العزت کی فرمانبرداری اور تقویٰ و پرہیز گاری کے بغیر ممکن نہیں جس کے لیے لازم ہے کہ لوگوں کی انفرادی اصلاح کے لیے کوئی باضابطہ نظام ہو بلکہ اجتماعی طور پر اس کو مؤثر بنانے کے لیے قوانین کو وضع کیا جائے اور قانون کی بالادستی کو معاشرہ میں رائج کیا جائے۔

قل من رب السمٰوٰت والارض ط قل اللہ ط قل افا تخذتم من دونہ اولیا لا یملکون لانفسھم نفعھم ولا ضرا ط قل ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر لا ام ھل تستوی الظلمٰت و النورج ام جعلوا للہ شرکا خلقواکخلقہ فتشا بہ الخلق علیھم ط قل اللہ خالق کل شئ وھو الواحد القہار

کہو آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے کہہ دو اللہ، کہو پھر کیا تم نے اللہ کے سوا ان چیزوں کو معبود نہیں بنا رکھا جو اپنے نفسوں کے نفع اور نقصان کے بھی مالک نہیں، کہو کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتا ہے، یا کہیں اندھیرا اور روشنی برابر ہو سکتے ہیں، کیا جنہیں انہوں نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے انہوں نے بھی اللہ کی مخلوق جیسی کوئی مخلوق بنائی ہے کہ پھر مخلوق ان کی نظر میں مشتبہ ہو گئی ہے، پیدا کرنے والا اللہ ہے اور وہ اکیلا زبردست ہے۔ [9]

2- آخرت میں جوابدہی کا خوف

اسلامی معاشرہ میں ہر فرد کو اپنی زندگی آخرت کی زندگی کے پیرائے میں گزارنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔اس ابدی زندگی میں ناکامی اور جوابدہی کا خوف انسان کو نیک کاموں پر ابھارتا اور برائیوں سے بچنے میں معاون ہوتا ہے۔ بالخصوص معاملات، معاشرت اور اخلاقیات میں اس کے اثرات بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ دھوکہ، فریب، چغل خوری، چوری، رشوت ستانی، غبن، سودی لین دین، بدخلقی، ایذا رسانی، حسد، کینہ، عجب، حب مال، حب جاہ الغرض

[9] القرآن(13:16)

تمام معاشرتی برائیوں کا سدباب اسی عقیدہ کے ذیل میں کرایا گیا۔ اسی طرح تمام جملہ معروفات بشمول دیانت، امانت، خوش خلقی، ایثار، ہمدردی، رواداری، حقوق و فرائض کی ادائیگی وغیرہ پر اسی عقیدہ آخرت کے تحت ابھارا گیا۔

ونضع الموازين القسط اليوم القيٰمة فلا تظلم نفس شيئا ط وان كان مثقا لا حبة من خردل اتينا بها ط وكفىٰ بنا حٰسبين

اور ہم قیامت کے دن عدل وانصاف کے ترازو رکھ دیں گے، سو کسی جان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو گا (تو) ہم اسے (بھی) حاضر کر دیں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔[10]

3- مساوات

مساوات ایسا وصف ہے جس نے اسلام کو تمام زمانوں میں قبولیت بخشی۔ معاشروں میں فساد کی بنیادی وجوہات میں سے ایک طبقاتی نظام ہوتا ہے جس سے معاشرے میں ہیجانی صورتحال پیدا ہوتی ہے، دیانت کا قلع قمع ہوتا ہے، اقربا پروری اور رشوت کا بازار گرم ہوتا ہے اور فرعونیت عام ہو جاتی ہے۔ ایسی صورتحال میں مساوات کی تعلیم اور مساوات کی اعلیٰ امثال کا قائم کرنا ہوا کا وہ خوشگوار جھونکا ہوتا ہے جس سے معاشرہ کا کوئی فرد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ رب العزت نے تمام انسانوں کو بحیثیت انسان برابر کیا اور ان میں متقی لوگوں کو ارفع کیا نیز ان کی خلقت اور تفاوت کو ان الفاظ میں بیان کیا:

يا ايهالناس انا خلقنٰكم من ذكراو انثىٰ وجعلنٰكم شعوبا وقبائل لتعارفوا

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو۔[11]

---

[10] القرآن (21:47)

[11] القرآن (49:13)

اسی طرح آقائے دوجہاں ﷺ نے اپنے حج کے موقع پر اپنے آخری خطبہ میں اسلامی مساوات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا؛

اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہی ہے اور تمہارا باپ ایک ہی ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصِل نہیں، فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔[12]

اے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ تم الگ الگ پہچانے جاسکو، تم میں زیادہ عزت و کرامت والا خدا کی نظروں میں وہی ہے جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔[13]

4-عزت و تکریم انسانی

اسلامی معاشرہ میں افراد کو حقوق و فرائض کی خوبصورت ڈوری پرو کر معاشرے کے تمام افراد کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا گیا ہے۔ اسلام نے خواتین کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کا درجہ دے کر ان کا رتبہ بلند کیا۔ والدین، پڑوسی، اعزہ و اقربا کے بارے میں واضح تعلیم دی یہاں تک کہ یتیموں اور غلاموں کے بارے میں بھی خصوصی ہدایات اور احکامات نازل فرمائے گئے ہیں۔ جنگ اور امن دونوں حالتوں میں واضح احکامات اور ان کی پامالی کی صورت میں اخروی جوابدہی اور ان احکامات کی بجا آوری پر انعامات کے وعدے کئے گئے۔ اہلِ ذمہ کے حقوق بھی تفصیل سے بیان کئے گئے الغرض انسانی زندگی کو تمام پہلوؤں سے محفوظ کیا گیا۔ خودکشی کو حرام اور انسانی جان کے ضیاع کو ساری انسانیت کا قتل بتایا گیا:

---

[12] مسند احمد (23548)

[13] اسلام میں انسانی حقوق کا تصور (ص672)

من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ط ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا

جس نے کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔[14]

5-عبادات بالخصوص نماز کا قائم کرنا

عبادات اللہ تعالیٰ کی یاد کا بہترین ذریعہ ہیں اور نماز کو تمام عبادات میں اشرف قرار دیا ہے۔ نماز ایمان اور کفر میں فرق کرنے والا عمل ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے مقررہ اوقات پر اہلِ ایمان پر ادا کرنا فرض قرار دیا ہے اور اس اللہ تعالیٰ کی یاد مقصود ہے:

انني انا الله لا اله الا انافاعبدني لا و اقم الصلوٰة لذكرى

بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔[15]

نیز نماز انفرادی طور پر مسلمان کو نظم و ضبط کا پابند کرتی ہے، صفائی و طہارت کا باعث ہے، مسلمانوں کی اجتماعیت کا مظہر ہے، اور بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے جس سے معاشرے کی تمام اکائیاں درست ہو جاتی ہیں۔ لہٰذہ انفرادی حیثیت میں اس کی ادائیگی کی ترغیب کے ساتھ ساتھ اس کے قائم کرنے پر بھرپور زور دیا گیا ہے۔

6-سادگی

---

[14] القرآن (5:32)

[15] القرآن (20:14)

ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے سادگی کے وہ معیار قائم کیے ہیں جن تک پہنچنا یقیناً ایک خواب ہو سکتا ہے۔ لیکن دین کا عمومی مزاج دنیا سے بے رغبتی اور سادہ زندگی ہے چاہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیوں نہ مال و دولت کے انبار سے نوازا ہو۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین باوجود خلیفہ وقت ہونے کے سادگی اور عامی زندگی گزار کر آنے والوں کے لیے نمونہ عمل بن گئے ہیں۔ شہرت و نمود، خود پسندی، اسراف وغیرہ کی مذمت کی گئی ہے اور اپے آپ کو مسکینوں میں رکھنے، ان کے ساتھ حشر ہونے کی دعائیں تلقین کی گئی ہیں۔

اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں وفات دے اور قیامت کے روز مسکینوں کے زمرے میں اٹھا۔[16]

7-سلام اور کھانا کھلانے کا رواج

دینِ اسلام چونکہ خالقِ کائنات کی عطا کردہ تعلیمات کا نام ہے لہٰذہ اسلامی معاشرے میں ہر اس پہلو کو توجہ دی گئی ہے جس سے معاشرہ میں مثالی نظم قائم ہو اور امن و رواداری پروان چڑھے تاکہ قوموں کی ترقی میں کوئی ایسی چیز حائل نہ ہو جس کا تعلق معاشرتی اقدار سے ہو۔ منجملہ ان کے آپس میں سلامتی کی دعاوں کا دینا اور انسان کی بنیادی ضرورت یعنی بھوک کے دور کرنے کا انتظام کرنے کا اہتمام کرایا گیا۔ اس حج کو بہترین اور مقبول قرار دیا گیا جس میں زیادہ سے زیادہ سلام کیا جائے اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ کھانا کھلایا جائے۔ نیز بہترین اسلام کی تعریف ہی سلام کے پھیلانے اور کھانا کھلانے میں رکھی گئی۔ پڑوسیوں کے بھوکا رہ جانے کے بارے میں فکر مند کیا گیا، مہمان نوازی کو اللہ اور آخرت پر ایمان ہونے کی دلیل قرار دیا گیا۔ الغرض ان دونوں کاموں کو معاشرے میں رواج دینے پر ہر ممکن زور دیا گیا۔

---

[16] جامع ترمذی(2352)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کرتا ہے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون عزت و آبرو مال حرام ہے۔[17]

منجملہ ان اوصاف کے تعلیم کا حصول، عفت و پاکدامنی، ایثار، خودداری، کسبِ حلال، انصاف، سود خوری سے اجتناب، دین و دنیا کا حسین امتزاج، سائنسی و عصری علوم کی ترویج، معاشی مساوات وغیرہ امور ایسے ہیں جن کا اسلامی معاشرے کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ہر ذی شعور مسلم کو ان اوصاف کا ادراک رہے اور ان کی پاسداری ملحوظِ خاطر ہو جائے تاکہ اسلامی معاشرے کے قیام میں ہر مسلمان اپنا کردار ادا کر سکے۔

خلاصہ کلام

اصلاحِ معاشرہ اور اسلامی معاشرے کا قیام ایک باقاعدہ عمل ہے جس کے لیے مسلمانوں کو سنجیدگی کے ساتھ باگ ڈور سنبھالنے کی ضرورت ہے۔ کوئی بھی فرد یا جماعت اس باقاعدہ عمل کو تفصیل سے مطالعہ کرے اور بزرگانِ دین اور علما کی صحبت میں رہ کر اپنے آپ کو تربیت کے مرحلہ سے گزاریں۔ اپنے اندر معاشرتی گراوٹ کا احساس بیدار کریں اور اپنے اسلاف کے حالات کا مطالعہ کریں اور اپنی موجودہ صورت حال کا اس سے تقابل کریں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع کی نیت کرکے ان کے مشن کو ان کی نہج پر پورا کرنے کی کوشش کریں اور للّٰہیت کو مضبوطی سے تھام کر اس عظیم کارِ خیر میں اپنا حصہ ڈالیں۔ اپنی صلاحیتوں کا جائزہ لیں اور جس طریق سے ممکن ہو اس سے اپنی صلاحیتوں سے اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اپنا مثبت کردار ادا کرنے کی کوشش کریں۔

---

[17] جامع ترمذی (1924)